ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۳۰/۱، جنوری۔ جون ۱۲۰۵ء

نائیجیریا میں قرآنِ کریم کی تعلیم اور اس کے معانی کی تفہیم کی کاوشیں

موسی عبدالسلام مصطفیٰ ابیکن
ترجمہ وتلخیص: محمد صادق اختر ندوی

پہلی صدی ہجری کے اواخر میں نائیجیریا کے افق پر اسلام کا ستارہ روشن ہوا، یہ وہ زمانہ ہے، جب شمالی اور مغربی افریقہ کے کچھ حصوں میں فتح نصیب ہوئی[۱]۔ دو چشموں کے راستوں کو پار کرتے ہوئے اسلام نائیجیریا پہنچا۔ ایک تو مصر سے مغربی سوڈان اور پھر وہاں کے صحرائی علاقہ کے انتہائی حدود اور ساحلی مقامات تک، دوسرے شمالی افریقہ سے جنوب صحراء تک۔ قبائلی علاقہ کے لوگوں میں اسلام بہ یک وقت نہیں پھیلا، بلکہ رفتہ رفتہ ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک اس کا نفوذ ہوا۔ اس علاقہ میں اشاعت اسلام کے ابتدائی مراحل میں صورت حال یہ تھی کہ ایک قبیلہ مسلمان ہے، تو دوسرا کافر، ایک شہر مسلمانوں کا ہے، تو اس سے ملحق دوسرا بت پرستوں کا۔ ایک خاندان کے کچھ لوگ مسلمان ہیں، تو اسی خاندان کے دوسرے لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہیں[۲]۔

واقعہ یہ کہ مغربی افریقہ کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی اشاعت روحانی طاقت کی بدولت ہوئی، نہ کہ مادی وسائل سے۔ وہاں کے باشندوں نے اسلام کی فطری کشش کی وجہ سے اسے قبول کیا، نہ کہ مال کی لالچ یا اسلحہ کے زور سے۔ دعوتِ اسلام کی اشاعت وتبلیغ

میں مسلمان تاجروں اور علمائے ربانی کا اہم کردار رہا۔ یہ کام اس وجہ سے آسان ہوگیا کہ وہاں کے باشندے فطری طور پر اپنے رسم و رواج اور تعلیمات کے اعتبار سے اسلام کے قریب تھے۔

نائیجریا میں اشاعتِ اسلام کے اسباب وعوامل

مغربی افریقہ میں سب سے پہلے عرب کے ذریعہ اسلام پہنچا، اس کے بعد عجمیوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ بربر اور سوڈانی بادشاہوں، امراء و رؤسا، علماء وفقہاء اور عباد و زہاد سب نے اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس خطہ میں اشاعتِ اسلام کے اسباب وعوامل کو سمجھنے میں درج ذیل نکات سے مدد ملے گی۔

ا۔ عقیدہ کی سادگی اور اسلام کی جامعیت

جب فتح کے ذریعہ شمالی افریقہ میں اسلام کا تعارف ہوا، تو اس کی ترویج و اشاعت میں دوسرے عوامل کی کارفرمائی رہی ہے۔ اس ضمن میں سب سے اہم بات عقیدۂ اسلام کی سادگی اور اس فطری دین کی جامعیت و وسعت ہے، جس نے باشندگانِ شمالی افریقہ کے دلوں کو نہ صرف اپنی طرف متوجہ کیا، بلکہ وہ لوگ اس کے شیدائی ہو گئے۔ اس پیغام کی اشاعت کا اہتمام سب سے پہلے عرب مسلمانوں نے کیا اور پھر شمالی افریقہ کے باشندوں نے اس سلسلہ میں ان کی بھرپور معاونت کی۔ اسلام فطری طور پر ایسی خصوصیات وامتیازات کا مالک ہے کہ اس کے ماننے والے خود اس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے والوں کو بہت زیادہ دشواری و مشقت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے باصلاحیت علماء یا ماہرین علوم اسلامیہ کو شریعت کے فروعی مسائل میں اجتہاد کی اجازت حاصل ہے، وہ مسائل خود سمجھ سکتے ہیں اور شرعی مسائل میں دوسروں کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور اگر ان سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے، تو بھی وہ ثواب کے مستحق ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر اجتہاد صحیح ہے، تو مجتہد کو دوہرا

ثواب ملے گا اور اگر اس نے غلطی کی، تو وہ ایک ثواب کا مستحق ہوگا[۳]۔

۲-تجارت

تجارت بھی نائیجیریا میں تبلیغ اسلام کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوئی۔ مسلمان تاجر پورے شمالی افریقہ میں پھیل گئے، کچھ تو افریقہ کے ایسے دیہات وقصبات اور شہروں کے اندر تک داخل ہوگئے، جہاں جانا بہت دقت طلب تھا، پہلی صدی ہجری میں مسلمان تاجر اپنے تجارتی سامان واشیاء کے ساتھ ساتھ ایک نیا دین لے کر مغربی افریقہ پہنچے اور وہ نیا دین اسلام تھا، ان لوگوں نے سماجی برتاؤ ومالی معاملات میں حسنِ اخلاق اور دیانت داری اور اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا۔ یہ تجارت میں صرف مال ونفع کے طلبگار ہی نہیں تھے، بلکہ ان میں فقہاء وعلماء کی بھی ایک چیدہ جماعت تھی جو دنیا اور آخرت دونوں کے نفع کے طلب گار تھے، دیہات وقصبات، شہروں اور بازاروں میں ان کی ملاقات وہاں کے باشندوں سے ہوتی، تو ان کے سامنے دین حنیف کا تعارف پیش کرتے اور انھیں اس کی طرف راغب کرتے تھے[۴]۔

۳-اساتذہ ومبلغین اسلام کا رول

نائیجیریا میں اسلام کی اشاعت میں اساتذہ اور مبلغین کا بھی وافر حصہ رہا ہے۔ ان حضرات نے اس ملک میں مسلم گھرانوں کے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ یہ مبلغینِ اسلام کسی اسلامی ادارہ یا مرکزی حکومت کی طرف سے بھیجے ہوئے نمائندہ نہیں تھے، بلکہ انھوں نے دینی ضرورت کے تحت یہ بیڑہ اٹھایا تھا، محض رضائے الٰہی کی طلب ان کے پیش نظر تھی، وہاں نہ کوئی ایسا ادارہ تھا، جو ان کو سرگرم رکھے، یہ حضرات دین کی خدمت کے لئے تمام شہروں کا چکر لگاتے رہتے، ان کا زادِ راہ ایمان اور ان کا محبوب قرآنِ کریم تھا، مشقت بھری زندگی اور پریشان کن حالات میں ان کا معین ومددگار صبرِ جمیل تھا، ان قوموں میں (جن کی زندگی تصنع سے پاک، فطرت سے قریب اور تکلف سے کوسوں دور تھی) توحید کے پیغام کو عام کرنا ان کا مشن تھا۔

یہ مبلغینِ اسلام بنیادی طور پر تاجر تھے، تجارت ہی ان کے لئے رزقِ حلال کا ذریعہ تھی، اسی ذریعہ کو انھوں نے اسلام کا پیغام عام کرنے کے لئے استعمال کیا۔ سامان بیچنا اور دین کی تبلیغ کرنا ان کا مقصدِ حیات تھا، پیشۂ تجارت کی وجہ سے نوجوانوں کے ہر طبقہ سے ان کی ملاقات ہوتی تھی۔ یہی ملاقات دعوتِ دین کے تعارف اور اس کی قبولیت کا سبب بن جاتی۔ ان حضرات نے عوام میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی انتھک کوشش کی اور اسلام قبول کرنے والوں کو دین و شریعت کی بنیادی تعلیم بہم پہنچانے کے لئے خاص کرلیا، یہ خدامِ دین شہروں میں گھستے چلے گئے، وہاں کے باشندوں سے میل جول رکھتے، جو اسلام قبول کرتا، ان سے شادی بھی کرلیتے اور ان کے بچوں کو اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دیتے۔ دینِ اسلام سیکھنے کے لئے مسلم اور کافر بچے یکساں طور پر ان مبلغین اسلام کی طرف لپکتے، قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد بہت سے کافر بچے اسلام قبول کرلیتے۔

۴- خانقاہیں

نائیجیریا میں اشاعتِ اسلام کے ذرائع میں زاویے (یا مراکزِ تصوف) بھی شامل ہیں۔ زاویوں سے وہ مقامات مراد ہیں، جہاں صوفیائے کرام نفس کی اصلاح کرنے اور اسلامی اقدار و اخلاق کے مطابق نفس کی تربیت میں مصروف رہتے ہیں، انھیں خانقاہیں بھی کہا جاسکتا ہے۔ کبھی یہ لفظ مساجد کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ ہی مملکت اسلامیہ میں وسعت ہوئی، تو زاویہ کے مفہوم میں بھی وسعت پیدا ہوئی، طریقۂ تجانیہ کے تحت یہاں سو سے زیادہ زوایا ہیں، کچھ زوایا طریقۂ قادریہ کے زیر اہتمام ہیں[۵]۔ ان زوایا کے معلم عام طور سے مسلمان بچوں کو اسلام کی ابتدائی تعلیم دینے کے ساتھ کچھ حصہ حفظ بھی کراتے ہیں، اسی طرح یہاں حدیث، شریعت اور دعوت کے اصول وضوابط بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان بچوں کو مختلف مقامات کے مخلص داعیانِ اسلام کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ حضرات وہاں کی مسلم بستیوں اور مساجد میں دعوت وارشاد کا کام انجام دیتے ہیں، اسی طرح مختلف قبیلوں، طبقوں اور خاندانوں میں اشاعتِ اسلام کا کام کرتے ہیں، مزید برآں ان سرگرمیوں کے نتیجہ میں جو اسلام قبول

کر لیتے، انھیں عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے[۶]۔ کلام پاک حکمت سے معمور کلام الٰہی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حم السجدہ ۴۱/۴۲)	اس میں کسی جانب سے کبھی باطل کا گذر نہیں ہوسکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔ یہ اس ذات باری تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے جو حکیم ہے اور ہر طرح سے لائقِ حمد وثنا ہے۔

شیخ محمد عبدہؒ کلام پاک کے اوصاف اس طور پر بیان فرماتے ہیں: اس کلام پاک نے گذشتہ قوموں کے حالات وکوائف اور واقعات کو جمع کر رکھا ہے، جو موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے قابل عبرت ونصیحت ہے، کلامِ پاک صحیح اور سچے واقعات کا نقیب ہے، توہمات اور غلط تصورات کو اس نے رد کر دیا ہے۔ اس کتابِ الٰہی نے ان واقعات کے نصیحت آمیز پہلوؤں پر متنبہ کیا ہے اور انبیائے کرام وان کی قوموں کے احوال میں وہ سب کچھ بیان کیا ہے، جو اللہ عزوجل نے چاہا ہے۔ ان کو ان اتہامات والزامات سے بری کر دیا، جو ان کے پیروؤں نے ان سے منسوب کئے تھے[۷]۔

کلام پاک جب فصیح عربی زبان میں نازل ہوا، تو اہلِ عرب نے اس کو جادو سمجھ لیا، اس کلام نے ان کو مجموعی طور پر حیرت میں ڈال دیا، اس کے الفاظ، معجزاتی بیان واسلوب نے ان کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا، تو انھوں نے اسے جادو سے تعبیر کر دیا، جب کہ اس کا اس سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یا پھر ان لوگوں نے اس کو شاعرانہ کلام تصور کیا، جب کہ وہ شعر بھی نہیں ہے۔

قرآن اہلِ اسلام کے لئے مصدرِ اول کی حیثیت رکھتا ہے، زبان کے اصول و پختگی کے سلسلہ میں ماہرینِ زبان وادب بھی اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، علم بلاغت کے اسرار ورموز سمجھنے اور قرآنِ کریم کی خدمت کے لئے مختلف علوم وضع کرنے میں اللہ تعالیٰ

نے علماء سلف کو توفیق بخشی، عربی زبان کے تحفظ و بقا میں قرآن کریم کا بہت اہم رول ہے۔ اسلام لانے کے بعد بہت سی قوموں نے اپنی اصل زبان ترک کر دی، جیسا کہ بخوبی معروف ہے عراق، شام اور مصر کے لوگوں کی اصل زبان فارسی یا رومی یا قبطی تھی، اسلام سے مشرف ہونے کے بعد انھوں نے عربی زبان کا سیکھنا، سکھانا اور اسے رواج دینا اپنا شیوہ بنالیا۔ اس زبان کے مطالعہ میں ان لوگوں نے گیرائی و گہرائی پیدا کی، اس لئے کہ کتاب اللہ اور اسلام کو سمجھنے کے لئے یہ زبان نہایت اہم و موثر ذریعہ ہے ۸۔

نائجیریا کے مشہور شاعر اور لیکچرر شعبۂ عربی زبان و ادب، الورن یونیورسٹی ڈاکٹر عیسی البی ابوبکر نے قرآن مجید کے امتیازات و خصائص کو بڑے اچھے انداز میں نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ ان کے اشعار کی اردو ترجمانی ملاحظہ فرمائیں:

> ''ٹھہرو! تھوڑی دیر باآوازِ بلند ترتیل سے کلامِ پاک کی تلاوت کرنا تمہارے لئے بخدا موتی سے کہیں بہتر ہے ۹۔ جب سے تمہارا وجود ہوا ہے، تم نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا ہوگا کہ وہ تلاوتِ قرآن سے تھک گیا ہو اور اگر ہے تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ کلام ہم کو اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اس کے مواعظِ حسنہ نے قرونِ اولیٰ کے لوگوں کی زجر و توبیخ کی ہے۔ ہمیشہ ترتیل سے تلاوتِ کلام پاک کرنے والے کبھی بھی ذلیل و خوار نہیں ہوسکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا اتھاہ سمندر ہے، جس کے معانی و مفاہیم کی تلاش میں ہم غواصی کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا ستارہ ہے، جس کے غروب ہونے کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا۔ اس میں بیماریوں سے شفاءِ کلی ہے اور ہر قسم کی تکالیف سے نجات ہے۔ اس میں متقدمین میں سے ایسے لوگوں کے احوال ہیں، جو اس کلام کے سامنے ششدر اور مبہوت ہوکر رہ گئے تھے، اس کی روشنی میں ہم ہمیشہ راہِ مستقیم پاتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم اس کے ہوتے ہوئے راستہ سے بھٹک جائیں میں نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی

> دیکھا ہے جو کلامِ پاک سے بے پرواہیں اور اجنبی بنے ہوئے ہیں، ان کی یہ بدعملی ان کی برائی میں اور اضافہ کرتی ہے اور ہدایت یاب ہونے کے بجائے وہ گمرہی میں اور گرتے چلے جاتے ہیں۔ روزانہ صبح و شام کلامِ پاک کی تلاوت کرو اور اپنے آپ کو اس کے بارے میں شک و شبہ سے پوری طرح پاک و صاف رکھو"۔

کلام پاک پر اعتقاد و یقین کے سلسلہ میں نائیجیریا کے لاکھوں مسلمان انہی احساسات و افکار کی ترجمانی پیش کرتے ہیں، خوشی و غم اور مصائب و توقعات کے عالم میں وہ اسی مضبوط قلعہ میں پناہ لیتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ نائیجیریا کے مسلمانوں نے کلامِ پاک سے رہنمائی حاصل کرنے کا خوب خوب اہتمام کیا ہے، زندگی کے ہر گوشہ میں اسی کو مشعلِ راہ بنایا، جگہ جگہ مکاتب اور مدارسِ تحفیظ القرآن قائم کیے۔ خاص طور سے ماہِ رمضان میں درسِ قرآن کی مجلسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، ضروریات کی تکمیل میں اسی کو معین و مددگار سمجھا جاتا ہے۔ مزید برآں نائیجیریا کے مسلم اسکالرس نے اہم زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا۔

نائیجیریا میں تعلیم قرآن کے مدارس

نائیجیریا میں اسلام کا قدم جمتے ہی اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ کے مواقع میسر ہوئے۔ اس میں مدارس کا کردار بہت اہم تھا۔ اس سرزمین پر دو طرح کے مدرسے قائم ہوئے۔ (۱) چھوٹے بچوں کے لئے مدرسۂ قرآنیہ (۲) بڑوں کے لئے مدرسۃ العلوم ۱۰۔ نائیجیریا کے مدارسِ تعلیم القرآن دو طرح کے ہیں: ایک وہ ہے جہاں بچے صرف ناظرہ قرآن پڑھنا سیکھتے ہیں۔ دوسرے وہ ہے جہاں بچوں کے لئے حفظ قرآن کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ والدین اپنے بچے یا بچیوں کو پانچ سال یا اس سے کم عمر میں پہلی قسم کے مدرسہ میں داخل کردیتے ہیں، وہاں کے مقامی زبان میں اس مدرسہ کو "مدرسۃ اللوح" (تختی کا مدرسہ) کہا جاتا ہے، کیونکہ بچے یہاں قرآن پڑھنا سیکھتے ہیں اور تختی پر اس کو لکھتے بھی ہیں۔ نائیجیریا میں اس قسم کے مدرسے بہت ہیں، جب تک والدین اپنے بچوں یا بچیوں کو ان مدرسوں میں

داخلہ نہیں دلا دیتے ہیں، اس وقت تک انھیں اطمینان نصیب نہیں ہوتا ہے۔

مکتب کا طریقۂ تعلیم

مکتب کا طریقۂ تعلیم یہ ہے کہ معلم سب سے پہلے تختی پر بغیر اعراب کے حروف تہجی بچوں کے لئے لکھ دیتے ہیں، تاکہ وہ اس کو سیکھ لے، اس کے بعد بغیر اعراب کے سورۂ فاتحہ لکھ دی جاتی ہے، تاکہ بچے ان حروف کو ملا کر پڑھنا سیکھ جائیں، اس کے بعد معوذتین، اخلاص، اللھب، النصر وغیرہ، پھر ان سورتوں کو با اعراب پڑھنا سکھایا جاتا ہے، اس کے بعد حفظ بھی کرادیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ کچھ مہینوں تک جاری رہتا ہے، ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی سورتیں انھیں یاد کرائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ سورۃ الاعلیٰ والنبا تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض اسلامی اداروں میں حفظ کا یہ سلسلہ یہیں ختم ہوجاتا ہے، بچے ان سورتوں کو مسلسل پڑھتے رہتے ہیں، جو تختی پر ''النبا'' تک لکھی ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ پورا قرآن ختم کرلیتے ہیں، اس دوران کچھ طلبہ خود سے لکھنا بھی سیکھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے معلم حضرات تختی پر لکھنے کی ذمہ داری سے راحت پا جاتے ہیں۔ اس طریقۂ تدریس کے ذریعہ بچہ پورے قرآن کریم کو چار سال یا اس سے زیادہ کی مدت میں ختم کرلیتا ہے۔ جب طالب علم چند متعینہ سورتیں یا احزاب پڑھ لیتا ہے، تو معلم کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے والد کھانے کی دعوت کے ذریعہ ایک بکری یا بکری کے بچہ کے توسط سے اس کے لئے صدقہ کا اہتمام کریں۔ یہ صدقہ صرف اور صرف معلم ہی کے لئے ہوتا ہے، اس کی وجہ صاف واضح ہے کہ بچوں کے بہت سے والدین یا ان کے سرپرست معلم کو اپنے بچوں کی تعلیم کا کوئی معاوضہ یا اعزازیہ نہیں دیتے۔ اسی لئے اساتذہ نے یہ طریقہ ایجاد کیا اور والدین کے ذہن میں یہ بات بٹھادی کہ اگر ان لوگوں نے صدقہ کا اہتمام نہیں کیا، تو ان کے بچے کند ذہن اور کم فہم رہ جائیں گے [۱۱]۔ بچے بذاتِ خود اپنے والدین سے اس صدقہ کے نظم کرنے کا اصرار کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذہن کو کھول دے اور ان کی ذہنی صلاحیت کو جلا بخشے۔ اسی طرح نائیجیریا کے ان مکاتب میں یہ روایت بھی قائم ہے کہ جب کوئی طالب علم قرآن ختم کرلیتا ہے، تو اس کے والد یا سرپرست ایک عمدہ تقریب کا اہتمام کرتے ہیں، جس میں دوست و احباب اور رشتہ دار سب جمع ہو کر لڑکے یا لڑکی

کو مبارک باد دیتے ہیں اور معلم کو تحفہ و تحائف سے نوازتے ہیں [۱۲]۔

نائیجیرین اور مغربی افریقہ کے مسلم باشندوں کا یہ معمول ہے کہ جب تک ان کے بچے قرآن کی تعلیم حاصل نہیں کر لیتے دوسری قسم کی تعلیم سے انھیں دور رکھتے ہیں، اس طرح ان کا سارا زور صرف اور صرف قرآن پاک کی تعلیم اور اس کے حفظ پر رہتا ہے، جیسا کہ برونائین [۱۳]، سنتھالین [۱۴] اور ہوساوین میں یہ روایت برقرار ہے [۱۵]۔ یرباوبین [۱۶] اپنے بچوں کے لئے ان سورتوں کو یاد کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں، جو نماز میں عام طور سے پڑھی جاتی ہیں [۱۷]۔

یہی طریقۂ تعلیم قرآن انیسویں صدی عیسوی تک رائج رہا، بلکہ اب تک رائج ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ابتدائی مرحلہ میں استاد و طالب علم یکساں طور پر مشقت برداشت کرتے ہیں اور دقتیں اٹھاتے ہیں۔ ہر بچہ الگ الگ ایک تعلیمی مرحلہ پورا کرتا ہے اور معلم سے خاص توجہ کا طالب ہوتا ہے۔

مدارس کے معلم کی استعداد

ان مدارس میں معلم کے استعداد کی بنیاد دو شرطوں پر ہے: پہلی شرط یہ ہے کہ معلم قرآن مجید کو فن تجوید کے ساتھ صحیح طور پر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کم سے کم ایک حزب (الاعلی سے الناس تک) اسے زبانی یاد ہو جب کسی معلم میں مذکورہ بالا دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں، تو ان کو ان مکاتب و مدارس میں تدریس کا اہل سمجھا جاتا ہے۔

حفظِ قرآن کے مدارس

برنو اور اس کے آس پاس کے علاقوں اور شہروں میں بھی اس طرح کے مدارس بہت ہیں، لیکن مکاتب و معاہد کے بہ نسبت ان کی تعداد کم ہے۔ عام طور سے مکاتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہی طالب علم ان مدارس میں داخلہ کا مجاز ہوتا ہے۔

مدارس کا طریقۂ تعلیم

ان مدارس میں حفظ کا طریقہ یہ ہے کہ طالب علم ایک تختی پر سورۂ البقرہ کا پہلا ثمن

(آٹھواں حصہ) لکھتا ہے۔ وہ اسے قاری صاحب کے پاس لے کر جاتا ہے، جو اسے نہایت محنت سے پڑھاتے ہیں۔ مد، ادغام، وصل، وقف اور مخارجِ حروف وغیرہ اس کے سامنے اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ طالب علم قرآن کے اس حصہ کو اچھی طرح یاد کر کے قاری صاحب کو سناتا ہے، جب اس کے حفظ سے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں، تو اس کے بعد کا ثمن لکھتے ہیں اور وہ یاد کرتا ہے۔ اس طرح وہ پورا کلام پاک حفظ کر لیتا ہے۔

طلبہ کی ذہانت اور قوتِ یادداشت کے اعتبار سے قرآن کریم کو یاد کرنے کی مدت الگ الگ ہے، لیکن عام طور سے تین یا پانچ سال کی مدت میں حفظ مکمل ہو جاتا ہے اور کبھی اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام پاک کو تو یہ طلبہ خوب اچھی طرح یاد کر لیتے ہیں، مگر اس کے معانی سے بالکل نابلد ہوتے ہیں، حقیقت یہ کہ بہت سے طلبہ کے ساتھ بیک وقت حفظ کرانا اور اس کے معانی کی سمجھ پیدا کرنا بہت ہی مشکل امر ہے [۱۸]۔ پھر انھیں بہت سے القاب سے سرفراز کیا جاتا ہے، جن میں سب سے مشہور حافظ کا لقب ہے یا رومی ستین کا [۱۹]۔ کچھ علاقوں میں ان کو ''قونی'' بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''علومِ قرآن میں مضبوط'' [۲۰]۔

نائیجیریا میں تحفیظ القرآن کے مدارس سے بڑے اچھے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ دینی غیرت وحمیت رکھنے والے مسلمانوں کے لئے یہ مدارس قابلِ رشک ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نئی نسل کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں اسلامی بیداری کو فروغ دینے میں ان مدارس کا رول بہت اہم ہے، خاص طور سے جب کچھ شمالی صوبوں میں نفاذ شریعت کا اعلان کیا گیا، تو صوبوں کے صدر مقامات میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کریم سے محبت وانسیت، اس کی عزت وتکریم اور اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنے اور سمجھانے میں کافی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

ایک اندازے کے مطابق نائیجیریا میں حفاظ وحافظات کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے، یہاں یہ ذکر بہت اہم ہے کہ عالم عرب کے مشہور قراء کرام کی مختلف آواز ولہجات میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی کیسٹ کی جدید سہولیات نے جدید دور میں ان تمام رکاوٹوں کو دور

کر دیا ہے، جن سے انیسویں اور بیسویں صدی میں نائیجیریا کے مسلم نوجوان دوچار تھے۔

طالب علم یا طالبہ چند سال میں حفظ قرآن مکمل کر لیتے ہیں جب کہ وہ اپنی عمر کے دوسرے دہائی میں ہوتے ہیں۔ صوبۂ کوغی کے ایک ایسے طالب علم کو میں نے دیکھا، جس نے صرف نو مہینہ میں ہی کلام پاک کو اچھی طرح حفظ کر لیا تھا۔ آگے چل کر صوبۂ کنو کے حفاظ قرآن کے لئے باقاعدہ ماہانہ تنخواہ مقرر کی گئی، جس کے نتیجہ میں خاص طور سے شمالی نائیجیریا میں حفظ کرنے والوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ جنوبی نائیجیریا میں حکومتی، اجتماعی یا عوامی سطح پر تنخواہ کا معقول نظم نہ ہونے کی وجہ سے صوبۂ برنو، کنو، صکتو، کدونا، ینجر وغیرہ میں حفاظ کی تعداد بہت کم ہے، مزید برآں کسی بھی حافظ کو یہ سہولت و مراعات اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ ایک سخت امتحان پاس کر لے۔ اس امتحان میں عام طور سے مد، ادغام، وصل، وقف اور مخارجِ حروف کے بارے میں سوالات پوچھے جاتے ہیں، یہ امتحان بہت سے ماہر حفاظ کرام اور جید علمائے کرام یا علومِ قرآن کے ماہرین کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے۔

تفسیر قرآن

نائیجیریا کے معاشرہ میں بھی ماہِ رمضان تمام مسلمانوں کے لئے ایک مبارک و خوشگوار مہینہ سمجھا جاتا ہے، ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق وعظ و نصیحت کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے، لائق و باصلاحیت علماء ان محفلوں اور جلسوں میں تقریر کرتے ہیں، ان کی تقریروں میں خاص طور سے کلام پاک کی مختلف آیات کی تشریح کی جاتی ہے، اس تشریح میں وہ اپنی روایت کے مطابق تفسیر جلالین سے مدد لیتے ہیں۔ مزید برآں علمائے کرام آیات کا ترجمہ سب سے پہلے وہاں کی مادری زبان میں کرتے ہیں۔ گذشتہ رمضان میں اگر کسی عالم نے پانچ احزاب کی تشریح کی تھی، تو آنے والے رمضان میں اس کے آگے کی تشریح وہ کریں گے، شہروں وقصبات کی زیادہ تر مساجد میں وہاں کے ائمہ ہی خطاب کرتے ہیں۔

نائیجیرین چھوٹے بڑے، امیر و مامور، مرد و عورت تمام مسلمان قرآن کریم سے گہری دلچسپی اور انسیت و محبت رکھتے ہیں۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق پورے رمضان میں

وہ تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے ہیں، کچھ تو پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ کلامِ پاک ختم کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ گھر، دفتر، پارک وغیرہ میں اکثر و بیشتر یہ لوگ تلاوت کرتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت سے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ رمضان کا ثواب اور خیر و برکت خوب حاصل کریں۔

مفسرین قرآن اپنی قوم کی زبان میں ہی قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں، اگر ہوساوی قوم ہے، تو اسی کی زبان میں یا یوربا وی قوم ہے، تو اس کی زبان میں۔ کچھ جگہیں ایسی ہیں، جہاں انگریزی میں (جو سرکاری زبان ہے) تفسیر بیان کی جاتی ہے، اگر سامعین کئی زبانیں جانتے ہیں، جیسے یونیورسٹیوں کالجوں اور جنرل کونسلوں کے لوگ، تو اس صورت میں انگریزی زبان میں ہی قرآن کی تفسیر بیان کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے، اگر ایسا نہ ہو تو مفسر اپنے پیغام کو یونیورسٹی کے ملازمین و متعلقین تک نہیں پہنچا سکتا ہے، کیونکہ ہر قبیلہ کی اپنی الگ زبان ہے، اس لئے کہ نائیجریا میں سو سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ روایت پسند علماء ہدایات ربانی کے آخری مجموعہ کی حیثیت سے قرآن کریم کی فضیلت و اہمیت واضح کرتے ہیں اور یہ حقیقت لوگوں کے ذہن میں بٹھاتے ہیں کہ اس کا ادب کرنا، اسے یاد کرنا اور معانی و مفاہیم میں غور وخوض کرنا ایمان و یقین کا حصہ ہے، مکاتب میں تعلیم کے دوران اسی بات کو بار بار دل و دماغ میں جاگزیں کیا جاتا ہے اور بلا شبہ اس کے اثرات تادیر باقی رہتے ہیں۔ شرف الدین محمد البوصیری نے اپنی لامیہ نظم میں ان حقائق کو مختصر اس انداز میں بیان کیا ہے:

> ”آیاتِ قرآن قدیم وجدید کے اعتبار سے برحق ہیں اور وقتِ نزول سے ہی اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کر رہی ہیں، آیاتِ قرآنی کسی خاص زمانے کی ترجمانی نہیں کرتی ہیں، بلکہ انجام، آخرت، قوم عاد اور قوم ارم کے حالات سے ہم کو باخبر کرتی ہیں۔ معجزۂ قرآن تمام معجزات سے بڑھ کر ہے، جنہیں دیگر انبیاء لے کر آئے۔ یہ تمام معجزات آج بھی ہمارے سامنے اسی طرح موجود ہیں، یہ ایسی واضح آیات ہیں، جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش

نہیں ہے، بدبختی مسلط ہو جانے کے بعد راہِ نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ جب ان آیات کریمہ کی مخالفت کی گئی تو بڑے بڑے مخالف بھی ان آیات کے سامنے سرنگوں ہو کر صلح کے طلب گار بن کر واپس ہوئے، ان آیاتِ کریمہ کی بلاغت نے مخالف کے دعوی کو اس طرح رد کر دیا کہ جیسے کسی غیور کی عزت پر حملہ آور کے ہاتھ کو غیرت مند شخص مروڑ دیتا ہے، ان آیات کے معانی دریا کے موجوں کی طرح ہے کہ ایک موج آگے بڑھتی ہے، تو دوسری موج پیچھے سے آکر دریا کی روانی کو باقی رکھتی ہے، حسن و جمال میں دریا میں پائے جانے والے ہیرے، جواہرات سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہیں، قرآنِ کریم کی آیات کے عجائبات کا شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قرآن کریم کی آیات کی کثرتِ تلاوت سے اکتاہٹ ہوتی ہے، قرآن مجید کے آیات کی تلاوت کرنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، تو میں نے کہا کہ تم نے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لینے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، لہٰذا تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہنا، اگر تم آتشِ جہنم کے خوف سے تلاوت کرتے ہو، تو سمجھ لو کہ آیات کریمہ کی تلاوت کی ٹھنڈک سے تم نے آتشِ جہنم کو بجھا دیا''۔

قرآن و دین کی تعلیم تمام مسلمانوں پر واجب ہے

عصر حاضر کا ایک پریشان کن مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم قرآن کی نشر و اشاعت اور مکاتب کی اصلاح و درستگی کے لئے کچھ مسلمانوں نے لادینی حکومت یا عیسائی حکومت پر بھروسہ کرلیا ہے۔ نائیجرین حکومت اس ذمہ داری کو بوجھ سمجھتی ہے یا پھر اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے۔ میں ڈاکٹر سے کیسے کہوں کہ مجھے کیا ہوا ہے؟ جس مرض میں میں گرفتار ہوں، ڈاکٹر بھی اسی کا شکار ہے۔ عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم مکاتب کے طرز پر مدارس کا قیام ہر شہر کے تنظیموں اور اسلامی اداروں کی ذمہ داری ہے، تاکہ نئی نسل کے بچے خاص طور سے قرآن کریم اور دینی تعلیم حاصل کرسکیں، یہ ذمہ داری مسلم ممالک اور

غیر مسلم ملک کے مسلمانوں کی ہے، کیونکہ جدید تعلیم نائیجیریا میں بڑی تیزی سے دینی تعلیم پر حاوی ہو رہی ہے۔ دینی تعلیم ایک چھوٹے سے دائرہ میں محصور ہو کر رہ گئی ہے[۲۱]۔

نائیجیریا میں ترجمہ قرآن کریم کی کاوشیں

ہر مسلمان قرآنِ کریم کی خدمت کو کارِ ثواب اور نیک عمل سمجھتا ہے، زبانی یا تحریری انداز میں ہر مسلمان قرآن کریم کو سمجھنے کی سچی کوشش کرتا ہے، اسی وجہ سے بڑے وسیع پیمانہ پر قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا، اس نیک کام میں بہت سے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، یہاں تک کہ غیر مسلم بھی پیچھے نہیں رہے۔

قرآنِ کریم کے ترجمہ کے بارے میں علماء کی مختلف آراء

عام طور سے ہر زمانہ میں اور ہر زبان میں ترجمہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، مترجمین نے بہت سی زبانوں میں (جن کا شمار کرنا مشکل ہے) ترجمہ قرآن کریم کی زبردست کوشش کی ہے، اس کتاب بابرکت کے ایک ہی زبان میں بہت سے تراجم بھی پائے جاتے ہیں۔ اس مشن میں مختلف مذاہب کے لوگوں اور گروہوں نے حصہ لیا ہے، کچھ لوگوں نے غلط مقصد سے اس میں دلچسپی دکھائی، مثلاً مستشرقین[۲۲]، ان کا آخری اور پہلا مقصد یہی تھا کہ کتاب اللہ میں تحریف کی جائے، من گھڑت باتوں اور شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں کو اپنے دین سے ہٹا دیا جائے، کچھ ایسے بھی ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کی خدمت یا علم قرآن کی اشاعت کی نیت سے اس بابرکت کام میں حصہ لیا، زبان اور ترجمہ کی زبان میں عدم مہارت کی وجہ سے ان کے ترجمہ میں کچھ غلطیاں بھی در آئی ہیں، یہ اسلام کی عزت وشرف پر منفی اثر ڈالتی ہیں اور پھر ان کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کی دینی، لسانی اور اجتماعی وحدت بھی متاثر ہوتی ہے، غالباً اسی وجہ سے کسی دوسری زبان میں ترجمہ قرآن کریم کے ترجمہ کا عدم جواز ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کے یہ دلائل دیئے جاتے ہیں:

۱- آیات کے معانی ومفاہیم اور ان کے اغراض ومقاصد کا صحیح علم ایک ایسا معاملہ ہے، جس کا حصول ترجمہ کے ذریعہ ممکن نہیں ہے، یہ جانتے ہوئے کہ عربی زبان کا اپنا ایک مزاج ہے، عربی الفاظ کا ایک اصل معنی ہوتا ہے اور ایک ثانوی مفہوم ہوتا ہے، قرآن کا یہ

شانِ امتیاز ہے کہ ایک جملہ پوری عبارت کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور کبھی ایک جملہ کی جگہ پوری عبارت سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت صرف لفظ تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ معانی کی وضاحت و زیادتی عربی زبان کے حروف کا بہت اہم رول ہے، یہ خصوصیت دوسری زبان میں نہیں پائی جاتی ہے، ترجمہ کے ذریعہ اگر اصلی معنی تک رسائی ہو بھی جائے، تو ترجمہ کے ذریعہ ثانوی معنی تک رسائی ممکن نہ ہوگی، کیونکہ قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں یہ بھی ایک پوشیدہ راز ہے[۲۳]۔

کسی دوسری زبان میں قرآن کریم کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے اس چیلنج کو قبول کیا جائے، جو اللہ تعالیٰ نے عرب سے کیا تھا کہ تم اس جیسی ایک سورہ ہی بنا کر لے آؤ:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ
وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ
إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ. (البقرہ۲/۲۳)

اور اگر تم اس (کتاب) کے بارے میں شک میں ہو، جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری ہے، تو کوئی ایسی سورت اس جیسی تم بھی لے آؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی اللہ کے مقابلہ میں بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

۳- ترجمہ لوگوں کو نفسِ قرآن، اس میں غور و فکر کرنے اور اس کی تلاوت کرنے سے غافل کر دیتا ہے، جب کہ تلاوت قرآن خود ایک ثواب کا کام ہے۔

۴- دین کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کا سیکھنا ضروری ہے، ترجمہ کی وجہ سے عربی زبان سے بھی لوگوں کی دوری ہو جاتی ہے[۲۴]۔

بہت سے علماء قرآن کریم کے معانی کے ترجمہ کے جواز کے قائل ہیں، لیکن نفسِ قرآن کے ترجمہ کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ عبادات میں ترجمہ کو وحی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے منزل کتاب ہے حرف و آواز ہر لحاظ سے اللہ عزوجل کا ہی کلام ہے، ارشاد ربانی ہے:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ
عَلَىٰ أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَـٰذَا الْقُرْآنِ
لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ ظَهِيراً.
(بنی اسرائیل ۸۸/۱۷)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (کل) انسان و
جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں
کہ اس (قرآن) جیسا لے آئیں
(جب بھی) اس جیسا نہ لاسکیں گے اور
خواہ ایک دوسرے کے مددگار ہی بن جائیں

جو علماء معانی قرآن کریم کے ترجمہ کو جائز سمجھتے ہیں وہ یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

۱- تمام انسانوں کے لئے نزولِ قرآن کریم کا مقصد ترجمہ کے ذریعہ ہی پورا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوراً
مُّبِيناً (النساء ۱۷۴/۴)

اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً ایک
دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے
آچکی ہے، اور ہم تمہارے اوپر ایک
کھلا ہوا نور اتار چکے ہیں

جو علماء معانی قرآن کریم کے ترجمہ کو جائز سمجھتے ہیں وہ یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ (آل عمران ۱۳۸/۳)

یہ ایک اعلان ہے سارے لوگوں
کے لئے

بغیر ترجمہ کے قرآن کی آفاقیت کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟

۲-قرآن مجید عربی زبان میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں تک اس کے پیغام کو پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

يَـٰأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ
إِلَيْكَ. (المائدہ ۶۷/۵)

اے ہمارے پیغمبر جو کچھ آپؐ پر آپؐ
کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے،
یہ (سب) آپؐ لوگوں تک پہنچا

دیکھئے

ترجمہ کے جواز پر آراء اور ان کے دلائل مضبوط اور منطقی ہیں، عقل سلیم اور حکمت و دانائی یہی کہتی ہے کہ قرآن کو سمجھے بغیر اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ممکن نہیں ہے، ترجمۂ قرآن کے لئے علماء نے چند شرطیں مقرر کی ہیں، ترجمہ کرتے وقت ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عربی زبان کی خصوصیات پر گہری نظر ہو، کیونکہ جس زبان میں اس کا ترجمہ کیا جا رہا ہے، وہ عربی زبان کی خصوصیات کا متحمل نہیں ہوتا ہے جیسے علم بلاغت کی رو سے ثانوی معانی کو ادا کرنا۔

۲۔ جس زبان سے ترجمہ کیا جائے اور جس زبان میں کیا جائے، مترجم کو ان دونوں زبانوں میں مہارت ہو اور ان کے رمز و کنایہ سے بھی باخبر ہو۔

۳۔ سب سے پہلے قرآن کے عربی الفاظ لکھے جائیں، اس کے بعد ان کا ترجمہ کیا جائے، تا کہ کوئی وہم نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس باطل عقیدہ سے پاک ہے، جس کی مخالفت قرآن مجید بھی کرتا ہے[۲۵]۔

یوربا زبان میں معانی قرآن کریم کا ترجمہ

یوربا زبان ان عالمی زبانوں میں سے ایک ہے جو اسلام و تجارت اور دوسرے ذرائع سے عربی زبان سے مستفید ہوئی ہے[۲۶]، مغربی افریقہ کے باشندے یوربا زبان بولتے ہیں، یہ علاقہ دریائے نیجر کے جنوب میں واقع ہے، اور اس دریا کے حدود آگے بڑھ کر مشرق سے شمال تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ جنوب میں بحر اٹلانٹک تک نشیبی حصہ تک پہنچ جاتا ہے، اور مغرب میں دھومی بنین تک[۲۷]۔

یوربا ہی میں نائیجیریا کے ان صوبوں کے اصل باشندے ہی، جو جدید دور میں ان ناموں سے مشہور ہیں: بادیو، داوشن، واندو، وایکیتی، واوغن، ولاغوس ان کے علاوہ کوارا وکوغی صوبوں کے کچھ حصہ میں بھی یہ آباد ہیں۔ آج پوری دنیا میں اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد تقریباً ایک کڑور ساٹھ لاکھ ہے[۲۸]۔ اس زبان کے تقریباً دس لہجے ہیں، جیسے اویو، الیفی، اوندو، اسیجیشا، ابومنا، کابا، اتیجیو وغیرہ، دوسرے لہجوں کے بہ نسبت اویو لہجہ زیادہ

غالب ہے، جیسا کہ عربی کے تمام لہجوں پر لہجۂ قریش غالب ہے[۲۹]۔

یوربا باشندے اپنے کچھ فطری خصائص کے لئے مشہور ہیں اور وہ یہ ہیں:

پاکیزگی، شرافت اور اسلاف کے رسوم و روایات کا تحفظ۔ نائیجیریا کے قبیلوں میں قبیلۂ یوربا نے جدید تعلیم حاصل کرنے میں بڑی سبقت کی، اسی وجہ سے ان کے یہاں ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینئروں اور سیاست دانوں کی کثرت ہے[۳۰]۔ ان کے یہاں ایک کہاوت بھی مشہور ہے: ATI KEKRE NI IMALE TI NKO OMORE LASIRI بچپن سے ہی مسلمان اپنے بچے کو رازدارانہ کلام سکھاتا ہے۔ اسلام نے اس کہاوت کا تعلق لفظ IMALE سے ہے، جس کا مطلب ہے کہ مالین طریقہ سے ہی اسلام یوربا پہنچا۔ پوشیدہ کلام سے اشارہ ہے سری قرأت کی طرف یا دعاؤں کی طرف جو نماز یا اس کے علاوہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ بچپن سے ہی کسی چیز میں لوگوں کے عادی ہونے کی اہمیت پر یہ کہاوت عربی زبان کی ایک کہاوت سے بہت زیادہ میل کھاتی ہے: ”بچپن کا سیکھا ہوا پتھر کی لکیر کے مانند ہے“[۳۱]۔

IBTI ANLO LAO KOJU SI BI OU IMALE اس کہاوت کا مطلب ہے کہ انسان اہتمام کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دے جو اس کے شایانِ شان ہے[۳۲]۔

OMORE KO NIJE TIRA, ALUFA TO NI KI IYAN MU اس کہاوت کا مطلب ہے کہ کوئی بوڑھا شخص اگر قحط کا شکار ہوگیا ہے تب بھی ان کے بچے کتابوں سے غذا حاصل نہیں کرسکتے ہیں۔ اسلام سے اس کہاوت کا تعلق لفظ ALUFA سے ہے، لفظ (الفا) سے مراد عالم اسلام یا انسان ہے، جیسا کہ ”الف“ قوت و طاقت اور دوسروں کی مدد کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کہاوت کو اس وقت بھی استعمال کیا جاتا ہے، جب کوئی کسی کو ڈرائے، دھمکائے یا چیلنج کرے، جب کہ اس چیز کے آجانے سے وہ خود بھی نہیں بچ سکتا ہے[۳۳]۔

نائیجیریا کے مسلم اور غیر مسلم اسکالرس کی عوامی خدمات میں یوربا زبان میں

قرآن کریم کا ترجمہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جسے ترویج و اشاعت کے اعتبار سے نائیجیریا کی زبانوں میں یوربا زبان کو تیسرا مقام حاصل ہے ۳۴۔ نائیجیریا کے تقریباً دو سو قبائل اس زبان کو بولتے ہیں، کیونکہ ہر قبیلہ کی اپنی ایک خاص زبان ہے، دوسرے قبیلہ کی زبان سے وہ ناواقف ہوتا ہے، وہ بغیر سیکھے اسے سمجھ بھی نہیں سکتا ہے ۳۵۔

یوربا زبان میں قرآن کے بارہ تراجم دستیاب ہیں اور یہ مسلم و عیسائی اسکالرس اور اکیڈمیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ان کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

۱۔ م۔س۔ کول قسیس نصرانی نے ۱۹۲۴ء میں یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کیا، جس کو شہر لاغوس کی نصرانی گرجا کونسل نے شائع و تقسیم کیا ۳۷۔

۲۔ یوربا زبان میں قرآن کریم کا دوسرا ترجمہ کی۔ اکنلادی کا ہے، جو مغربی افریقہ لکستن پریس، ابادان سے طبع ہوا ہے۔ ۳۷ یہ ترجمہ عقیدہ، شریعت، زبان اور فن مختلف اعتبار سے محلِ نظر اور تنقیدی مطالعہ کا طالب ہے ۳۸۔

۳۔ یوربا میں تیسرا ترجمۂ قرآن کریم حاجی اسامہ امام کوتا کا ہے ۳۹۔ جسے شہر ''ایوو'' کے لوکل پریس نے شائع کیا ہے، ۴۵۲ صفحات پر مشتمل اس ترجمہ کی تاریخ طباعت درج نہیں ہے، اس میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں اور یہ ترجمہ و تشریح میں تحریفات سے بھی خالی نہیں ہے۔ اس میں ترجمہ کے ساتھ قرآن کا متن مفقود ہے۔

۴۔ صوبۂ یوربا میں ایک نائیجیرین مسلم مجلس بنائی گئی، اس مجلس کی تین کمیٹیاں ہیں، پہلی کمیٹی کی ذمہ داری قرآن کریم کا ترجمہ کرنا ہے، دوسری کمیٹی قرآنی آیات کی صحت پر توجہ دیتی ہے، تیسری کمیٹی میں شہر ''یوربا'' کے چند علماء ہیں، ان کے ذمہ ترجمہ کی تصحیح و تنقیح ہے، اس کمیٹی کے دو ممبران ہیں: ایک فضیلۃ الشیخ محمد کمال الدین الادبی ۴۱ دوسرے فضیلۃ الشیخ آدم عبداللہ الالوری ۴۲۔ یہ ترجمہ پہلی بار دارالعربیہ، بیروت سے ۱۹۷۴ء میں اور دوسری بار ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا، رابطۂ عالم اسلامی، مکۂ مکرمہ کے زیر نگرانی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ یہ ترجمہ ۵۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک کمیٹی کی مشترکہ کاوش ہے، جس

میں تقریباً ۱۲ ؍ سال کا طویل عرصہ صرف ہوا۔ ترجمہ کے ساتھ قرآنی متن کی صحت، ترجمہ کی تصحیح و تنقیح اور نظر ثانی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے یہ ترجمہ قرآن کے دوسرے تراجم سے ممتاز ہے۔

۵- یوربا زبان میں جن لوگوں نے قرآن کا ترجمہ کیا ہے، ان میں سے حاجی عبدالقادر ادی بلومعروف ہیں، جو شہر اباداں کے الوشن خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عیسائیوں سے مناظرہ کرنے اور ان کے باطل عقائد کی تردید کے لئے وہ شہر یوربا کے ایک نامور واعظ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ مزید برآں ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے[۴۳]۔ ان کا ترجمہ (جو دو جلدوں پر مشتمل ہے) ۱۹۲۴ء میں اباداں کے (ادرا لیری) مطبع سے شائع ہوا ہے۔ پہلی جلد میں ''فاتحہ'' سے ''کہف'' تک، دوسری جلد سورہ مریم سے اخیر تک ہے۔ اس میں ایک کمی یہ ہے کہ طباعت سے پہلے اس کی پروف ریڈنگ باریک بینی سے نہیں کی گئی ہے، جس کی وجہ سے طباعت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔

۶- یوربا زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے والوں میں قادیان کے لوگ بھی شامل ہیں، جو نائیجیریا میں جماعت احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ حاجی شنباولو نے ۱۹۳۲ء میں اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن شائع کیا، اس کے کچھ عرصہ بعد دوسرا ایڈیشن اور پھر ۱۹۸۱ء میں تیسرا ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ اس ترجمہ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ زبان بہت ہی آسان اور واضح ہے اور ترجمہ کے ساتھ قرآن کریم کا متن بھی موجود ہے۔ یہ ترجمہ مختلف اعتبار سے قابلِ نقد و گرفت ہے، اول یہ کہ عیسائیوں کی پیروی میں سورہ کا ترجمہ لفظ ORI اور آیت کا ترجمہ لفظ ESE[۴۵] سے کیا گیا ہے۔ دوسرے ہر سورہ سے پہلے بسم اللہ کو ایک علاحدہ آیت شمار کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ہر سورت میں ایک آیت کا اضافہ ہوگیا ہے[۴۶]۔

احمدی فرقہ کے مترجمین نے قرآن مجید کی کچھ عبارتوں میں تحریف کی بھی کوشش کی ہے، تاکہ ان کا منشا پورا ہوجائے، یعنی ان کے معتقدات ثابت ہوجائیں، اس کا ایک ثبوت اس آیت میں: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب ؍ ۴۰) کے ترجمہ میں ملتا ہے۔ تمام

مترجمین کے برخلاف لفظ ''خاتم النّبیین'' کا ترجمہ (ختم النّبیین) یا طابع النّبیین سے کیا ہے، جب کہ تمام مترجمین نے اس لفظ کا ترجمہ ''آخر النّبیین'' سے کیا ہے، ''طابع'' کا صاف مطلب ہے کہ ابھی وحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا ہے، نہ ہی نبوت کا خاتمہ اور نہ ہی رسالت کا خاتمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ ان لوگوں نے قرآن مجید میں ایسی دسیسہ کاری کی ہے کہ اپنے چہیتے غلام احمد قادیانی کی نبوت کو اپنے اعتقاد کے مطابق درست ٹھہرادیا، جبکہ قرآنی آیات ان کے اس مزعومہ کی واضح طور پر تردید کرتی ہے اور تمام مسلمانوں اور مفسروں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا[۴۷]۔

۷- ۱۹۹۷ء میں پروفیسر یاسر انجولا عبدالقادر متخصص دراسات اسلامیہ، شعبۂ مذاہب، الورن یونیورسٹی نے بھی ''یوربا'' زبان میں کلام پاک کے ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، الفاظ کے صوتی اشارے کی وجہ سے یہ ترجمہ ممتاز ہے، اس ترجمہ میں تصحیح و تنقیح اور نظر ثانی کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، اس ترجمہ کو شیبا وتمانے اجیبوا ودی شہر سے شائع کیا ہے[۴۸]۔

۸- صوبۂ یوربا کی نائیجیرین مسلم مجلس نے اس ترجمۂ قرآن کو از سرنو شائع کیا، جسے اس نے پہلے شائع کیا تھا، پہلے، دوسرے اور تیسرے ایڈیشن کے تمام نسخوں کے ختم ہونے کے بعد یوربا زبان بولنے والے مسلمانوں کی ضرورت کے پیشِ نظر طباعت مصحف شریف شاہ فہد اکیڈمی، مدینہ منورہ نے اس ترجمہ کی اشاعت میں دلچسپی دکھائی۔ اکیڈمی نے ۱۴۱۵ھ میں شیخ ابراہیم عبدالباقی محمد اور شیخ عبدالرزاق عبدالمجید الارو کو قدیم ترجمہ پر نظرِ ثانی اور اس کی غلطیوں کو درست کرنے کے لئے منتخب کیا[۴۹]۔ یہ دونوں دراساتِ علیا، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے طلبہ ہیں۔

۹- اس کے بعد حاجی عبدالعزیز (معروف بہ لقب ''لاحول'') نے تین احزاب کا ترجمہ کیا۔ یوربا زبان میں مترجم کی عدم مہارت کی وجہ سے اس ترجمہ میں کچھ غلطیاں بھی ہیں، اس ترجمہ کی مزید کمزوری یہ ہے کہ مترجم نے عام طور سے عربی عبارت کا خیال نہیں رکھا ہے۔ قرآنی عبارت کی جگہ صوتی ترجمہ پر ہی اکتفا کیا ہے، اس ترجمہ میں تاریخِ تالیف واشاعت درج نہیں ہے، اس کی طباعت، شہر الورن میں انجام پائی۔

۱۰- یوربا زبان میں قرآن کریم کا ایک اور ترجمہ صالح بامیدلی کا ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ صوتی ترجمہ کے ساتھ قرآنی عبارت بھی موجود ہے۔ یہ صرف ایک حزب کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔

۱۱- حاجی عبدالسلام بولاجی بھی اس نیک کام میں مصروف رہنے والوں میں شامل ہیں، جو اصلاح و دعوت کے میدان میں اپنی سرگرمیوں کے علاوہ نصاریٰ سے مناظرہ کرنے کے لئے کافی مشہور ہیں۔

۱۲- شیخ اسحاق احمد نے قرآن کا ترجمہ ''تبارک'' سے ''الناس'' تک کیا ہے[۵۰] اس ترجمہ کا مقصد ایک ایسا ترجمہ پیش کرنا ہے، جو صحیح ہو اور اسلامی عقائد کے مطابق ہو۔ اس لئے کہ اس دور کے بہت سے تراجم قرآن جدید فکر کے عکاس اور استشراقی ذہن کے ترجمان ہیں[۵۱]۔ موجودہ مترجم نے اپنے ترجمہ کو ان سب سے پاک رکھا ہے۔

نئی نسل کے باشعور و غیور مسلمانوں کی طرف سے ایک نئی پیش قدمی یہ ہوئی کہ کیسٹ کے ذریعہ بھی یوربا زبان میں کلام پاک کے تراجم شائع کئے گئے۔ یہ جدید یہ دور کی دین ہے، اس پیش رفت کے روح رواں یحییٰ ابراہیم ہیں[۵۲]، جنہوں نے اچھی آواز میں کلام پاک کی کیسٹ تیار کی، اس کے بعد انگریزی اور یوربا زبانوں میں اس کا ترجمہ پیش کیا۔ یہ ترجمہ درج ذیل سورتوں تک ہی محدود ہے: یٰسین، الواقعہ، الملک اور تیسواں پارہ[۵۳]۔ پھر اسی طرز پر سید عبدالعزیز ندوی نے قرآن کریم کی صوتی سی، ڈی تیار کی[۵۴]۔ اس سی۔ ڈی میں پہلے تلاوت ریکارڈ ہے اور اس کے ساتھ یوربا زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہے۔

یہ نیک و مفید کاوشیں اس لائق ہیں کہ ان میں دلچسپی لی جائے اور ان میں سرگرمی دکھانے والوں کی ہر ممکن طریقہ سے حوصلہ افزائی بھی کی جائے، کیونکہ کیسٹ کے ذریعہ ترجمہ قرآن کریم شائع کرنا زیادہ نفع بخش ہے۔ اس کا سب سے زیادہ عام فائدہ یہ ہے کہ ملازم اپنے آفس، میں پیشہ ور اپنے پیشہ کے مقام پر، کاشتکار اپنی کاشتکاری میں اور مسافر اپنے سفر میں اس سے فیض اٹھا سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (بلغوا عنی ولو آیۃ) میری طرف سے تم لوگ پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو؟

ہوسا زبان میں ترجمہ قرآن کریم

مغربی افریقہ کی زبانوں میں ہوسا زبان سلاست و روانی کی وجہ سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ عربی زبان کی طرح اس کے قواعد میں بڑی پختگی ہے، مادری زبان کے طور پر اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد ایک کڑور ہے، جبکہ ثانوی زبان کی حیثیت سے اسے استعمال کرنے والوں کی تعداد اور زیادہ ہے، جیسے شمالی صوبے کے باشندے فلانین، بردناین وغیرہ[۵۵]۔ مغربی افریقہ میں یہ زبان خاص طور سے تجارتی سرگرمیوں اور سیاحت کے توسط سے رائج ہوئی، ہر علاقہ اور ہر بڑے شہر میں اس کے بڑے بڑے نیٹ ورک ہیں[۵۶] ۔

ہوساوی زبان پر غیر ملکی زبانوں مثلاً (حبشی، بربر، نوبہ) کے بڑے اثرات ہیں۔ اس میں انگریزی زبان کے بہت سے الفاظ و اصطلاحات مستعار لی گئی ہیں۔ مغربی افریقہ میں اس زبان کا عام چلن بھی ہے، کیونکہ ادائیگی اور یاد رکھنے کے اعتبار سے بہت آسان زبان ہے۔

ہوسا زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی ابتدا ۱۹۷۹ء سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس کارِ خیر میں سب سے پہلے شیخ محمود جومی (۱۹۲۲-۱۹۹۲ء) نے سرگرمی دکھائی ہے۔[۵۷] ہوسا زبان میں ترجمۂ قرآن کریم کے آغاز سے متعلق انھیں کے مقالہ کا ایک اقتباس نقل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے: ”جب ہم نے یہ محسوس کیا کہ اسلام اور اسلامیات کو سمجھنے میں دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ خاص طور سے ہمارے شہر کے اور عام طور سے مغربی افریقہ کے مسلمان اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں، تو ہم نے یہ محسوس کیا کہ بہت سے مسلمان عربی زبان سے ناواقف ہیں، کیونکہ اس شہر کے زیادہ تر باشندے ہوسا زبان بولتے ہیں اور اسی زبان کا چلن یہاں عام ہے اور عربی زبان کی انھیں بہت معمولی شد بد ہے، دوسری جانب تعلیم کا رجحان بھی آج کل لوگوں میں کم ہوگیا ہے، اس صورت حال میں رابطہ عالم اسلام کی یہ دینی ذمہ داری قرار پائی کہ ہوسا زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کا اہتمام کرے، تاکہ نائیجیریا کے تمام مسلمانوں کو

قرآن کے توسط سے اسلام کی بنیادی تعلیمات واحکام سمجھنے میں آسانی ہو۔ ہم نے دو حصوں میں قرآنی آیات کے ترجمہ وتفسیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے، سب سے پہلے پارہ ''عم'' کا ترجمہ اس لئے کیا ہے کہ نماز وغیرہ میں اس کی تلاوت کثرت سے ہوتی ہے، اس کے بعد ۱۸۷۹ء میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سے پورے کلام پاک کا ترجمہ مع تفسیر مکمل ہوا۔ ہر سورت کے شروع میں اس کے بنیادی موضوع کو واضح کیا گیا ہے، سورتوں میں قصوں کے تکرار کے وجوہ اور سورتوں وآیات کے باہمی ربط وتعلق کو بیان کرنے کے علاوہ قاری کی مزید رہنمائی کے لئے ہر سورت کے مضامین واضح کئے گئے ہیں۔ اس ترجمہ وتفسیر کے بعد ہوسا زبان میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی کتب تفاسیر کا ترجمہ بھی کریں گے۔

اس کام میں تقریباً سات سال صرف ہوگئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عنایت سے ہی یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ طباعت کے پہلے ہی مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس ترجمہ کو تمام لوگوں کے لئے مقبول بنا دیا۔ ہم میں کا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ترجمہ اپنی نوعیت کا پہلا ترجمہ ہے: قاری کو اسی طرح کے ترجمہ کی ضرورت بھی ہے، کچھ لوگ اس ترجمہ میں غلطیاں نکالنے اور مترجم پر لعنت کے لئے پڑھیں گے، جبکہ کچھ لوگ حسنِ نیت سے اس کا مطالعہ کریں گے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کام میں خیر کا کوئی پہلو پیدا کر دے اور ہمیں صحیح وسچ بات قبول کرنے کی توفیق نصیب ہو۵۸؎۔

اس اقتباس سے بآسانی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یرباویوں کی بہ نسبت ہوسا میں ترجمۂ قرآن کریم عہد جدید کی پیداوار ہے، بہر حال غیرت مند اور ملت کے بہی خواہ علماء واسکالرس نے ایک زبان سے دوسری زبان میں کلام پاک کا ترجمہ کرنے میں انتھک کوشش کی ہے، مذکورہ بالا عالم نے خود ہی عربی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر درج ذیل عنوان سے تالیف کی ہے: "رد الاذھان اِلی معانی القرآن و من الذین ترجموا معانی القرآن الکریم الی لغة ھوسا الشیخ محمد الناصر الکبری ۱۹۱۲-۱۹۹۷ء، ۵۹؎۔

نائیجیریا میں دس لاکھ پر مشتمل ''اغالی'' نام سے ایک قبیلہ ہے، جن کی اکثریت

مسلمانوں کی ہے، وہاں کے مسلمانوں نے ''اغالی'' کی سماجی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا شروع کیا، پانچ احزاب کا ترجمہ ہو چکا ہے، اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ان لوگوں کی یہ کوشش جلد پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ممکن حد تک اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے اپنے وسائل صرف کرے اور اپنی علمی صلاحیتوں کو قرآن کریم کے دفاع کے لئے استعمال کرے اور اس کے پیغام کو اس روئے زمین پر بسنے والے ایک ایک فرد تک پہنچانے کے لئے اپنا مال صرف کرے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ	اوران سے کہہ دو عمل کرو اب اللہ اور اس کا رسول
وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ. (التوبہ ۱۰۵/۹)	اور اہل ایمان تمہارے عمل کو دیکھیں گے

بلاشبہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا بڑی دیدہ ریزی کا کام ہے، بہت ممکن ہے کہ ترجمہ اس کے بلند معانی کی ادائیگی سے قاصر ہو، جو قرآن کریم کی اعجازی عبارت سے مقصود ہے۔ وہ معانی جن کو ترجمہ میں منتقل کیا جاتا ہے، وہ کتاب اللہ کو سمجھنے میں مترجم کے علم کا ماحصل یا نچوڑ ہے، یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل نقص و خطا سے پاک نہیں ہے۔

حواشی و مراجع

۱- آدم عبداللہ الالوری، موجز تاریخ نیجیریا، دار مکتبہ حیات، ۱۹۶۵ء، ص ۳۵

۲- حوالہ مذکور، ص ۳۵

۳- فضل کلو دالدکو، الثقافۃ الاسلامیہ فی تشاد فی العصر الذھبی لامبرا طوریہ کانم، منشورات کلیۃ الاد عوۃ الاسلامیہ، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۱

۴- حوالہ مذکور، ص ۱۲۵

۵- حوالہ مذکور، ص ۱۴۵

۶- حوالہ مذکور، ص ۱۳۵-۱۴۶

۷- عبدالحمید محمود المسلوت، الادب العربی بین الجاهلية والاسلام، الجامعة الليبية، طبع اول، ۱۹۷۳ء، ص ۳۶۳-۳۶۴

۸- عیسی ابی ابوبکر، الریاض، الورن، مطبع البی، طبع اول، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۵-۱۳۶

۹- الریاض، محولہ بالا، ص ۵۰

۱۰- آدم عبداللہ الالوری، الاسلام فی نیجیریا والشیخ عثمان بن فودیو الفلانی، مطبع مرکز التعلیم العربی الاسلامی باجیجی، لاغوس، طبع دوم، ۱۹۸۰ء، ص ۳۴

۱۱- علی ابوبکر، الثقافة العربيه فی نیجیریا من ١٧٥٠—١٩٦٠ء، ص ۱۵۰-۱۵۲

۱۲- حوالہ مذکور، ص ۱۵۲

۱۳- یہ ایک بڑا ملک ہے، جہاں پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام پہنچ چکا تھا۔

۱۴- مغربی افریقہ کا ایک بڑا ملک ہے۔

۱۵- شمالی نائیجیریا کی ایک قوم ہے، یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

۱۶- جنوبی نائیجیریا کا ایک قبیلہ ہے۔

۱۷- آدم عبداللہ الالوری، نظام التعليم العربی و تاریخه فی العالم الاسلامی، دار العربیہ للطباعة والنشر، بیروت، طبع ثالث، ۱۹۷۰ء، ص ۳۴

۱۸- علی ابوبکر، الثقافة العربية فی نیجیریا، ص ۱۵۴

۱۹- ''می سنن'' یہ ہوساوی زبان کا ایک لفظ ہے، جس سے مراد (صاحب الستین) ہے، یعنی ساٹھ احزاب کا حافظ۔

۲۰- یہ لقب ان حفاظِ کرام کو دیا جاتا ہے، جن کو قرآن مجید عمدہ یاد ہوتا ہے اور جن کی تلاوت تجوید کے اعتبار سے درست ہوتی ہے، حفاظ کی ایک بڑی تعداد جن میں ان کے اساتذہ بھی ہوتے ہیں کی موجودگی میں اس لقب سے نوازنے کے لئے ایک بہت بڑا امتحان ہوتا ہے، اس امتحان میں کامیاب ہونیوالوں کو اس لقب سے سرفراز کیا جاتا ہے، اس مناسبت سے ایک عمدہ تقریب منعقد کی جاتی ہے، جس میں فقہاء، حفاظ اور معزز حضرات کا جم غفیر شریک ہوتا ہے، یہ ایک تاریخی دن ہوتا ہے، اس لقب کو حاصل کرنے والے کی عزت وتکریم کے لئے بکرے ذبح کئے جاتے ہیں۔ یہ لقب جامعہ ازہر کے درجۃ الاجازۃ العالیہ کے قائم مقام ہے، عوام و خواص کے درمیان اس لقب کو حاصل کرنے والے کا ایک بلند مقام ہوتا ہے، حکام ورعایا بھی عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

۲۱- آدم عبداللہ الالوری، نظام التعلیم العربی وتاریخہ، ص ۲۸

۲۲- اسماعیل حماد الجوہری، الصحاح، تعلیق وتحقیق، شہاب الدین، دارالفکر، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۹۹

۲۳- سعید اسماعیل صینی، ترجمہ معانی القرآن الکریم ومقترحات لتحسینہا، مطبع الزجس التجاریہ، ریاض، ۲۰۰۲ء، ص ۱۸-۲۲

۲۴- عز الدین محمد نجیب، أسس الترجمۃ، مکتبہ ابن سینا، القاہرہ، ص ۷

۲۵- مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، مکتبہ وھبۃ، قاہرہ، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۲-۳۱۴

۲۶- عبداللطیف اونیریتی ابراہیم، آثار اللغة العربية فی شعر یوربا، اللسان لمدرسی اللغة العربیہ فی کلیات التربیة والمعاهد المماثلة نیجیریا، شمارہ ۳، ۲۰۰۵ء، ص ۱۶۲

۲۷- آدم عبداللہ الالوری، نسیم الصبا فی اخبار الاسلام وعلماء بلاد یوربا، مکتبہ آداب، مطبع جمامیز، قاہرہ، طبع ثانی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۹

۲۸- عبداللطیف اونیریتی ابراہیم، محولہ بالا، ص ۱۶۳

۲۹- حوالہ مذکور، ص ۱۶۳

۳۰- آدم عبداللہ الالوری، موجز تاریخ نیجیریا، ص ۱۲۷

۳۱- مشہور محمود محمد جمبا نے "الاسلام والمسلمون فی المثل الیوربوی" کے عنوان سے یہ مقالہ جمعیۃ معلمی اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیہ بنیجیریا، کی اکیسویں کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ یہ کانفرنس ۲۸/ اگست تا ۱/ ستمبر ۲۰۰۲ء کو میدوغری یونیورسٹی میں منعقد ہوئی تھی، ملاحظہ ہو مقالہ کا صفحہ ۶

۳۲- حوالہ مذکور، ص ۷

۳۳- حوالہ مذکور، ص ۶

۳۴- آدم عبداللہ الالوری، موجز تاریخ نیجیریا، ص ۱۴۴

۳۵- حوالہ مذکور، ص ۱۲۵

۳۶- اس نسخہ تک رسائی ممکن نہیں ہوسکی ہے، لیکن آثار وقرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیس نصرانی نے یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے۔

۳۷- مغربی افریقہ کا یہ ایک بہت بڑا شہر ہے، یہاں کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے، ۱۹۴۸ء میں نائیجیریا کی سب سے پہلی یونیورسٹی یہیں قائم ہوئی، یہ یونیورسٹی اس وقت لندن یونیورسٹی کے زیر نگرانی ہے۔ یہاں فقہاء کی بھی کثرت ہے، بہت سے فقہاء فقہ مالکی میں اختصاص کرچکے ہیں۔

۳۸- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، ترجمہ معانی القرآن الکریم، ص ۱۲۶

۳۹- صوبۂ اوشن کے شہر ''ایوو'' کے قریب ایک گاؤں ہے، ۱۹۱۰ء میں اس ترجمہ کے مؤلف کی پیدائش ہوئی۔ انھوں نے علوم اسلامیہ کی بنیادی تعلیم مدرسہ دہلیزیہ میں حاصل کی، پھر خیاطی سیکھ کر اسی کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا، اس طرح وہ خیاط، معلم اور واعظ کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

۴۰- عبدالغنی اکوریدی، ترجمہ معانی القرآن الکریم، ص ۱۲۷

۴۱- نائیجیریا اور خاص طور سے ''یوربا'' کے ایک معروف اسکالر ہیں، ۱۹۸۷ء میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے اعتراف میں نائیجیریا میں اپنی زندگی میں ہی ان کو اعزازی تمغہ ملا۔ جمہوریہ عربیہ مصر کے صدر حسنی مبارک نے بھی ان کو تمغۂ اعزاز سے شرف یاب کیا، الورن یونیورسٹی نے عربی ادب میں ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری سے سرفراز کیا۔ اسی طرح ۲۰۰۲ء میں نائیجیریا کی مطالعاتِ اسلامی اور عربی زبان کے اساتذہ کی کمیٹی نے نائیجیریا کی مطالعاتِ اسلامی کے علمی اعزاز سے انھیں نوازا۔

۴۲- یہ ایک ممتاز عالم دین ہیں، دعوت و تالیف و تدریس کے میدان میں خاص طور سے مغربی افریقہ میں یہ محتاج تعارف نہیں ہیں، پچاس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

۴۳- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، ترجمہ معانی القرآن الکریم، ص ۱۲۸

۴۴- بمعنی سر۔ یہ تذکرہ نگاروں کی اصطلاح ہے۔ قرآن مجید میں سورت کے وہی مقام حاصل ہے، جو جسم میں سر کو

۴۵- کتاب اللہ کی آیت

۴۶- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، ترجمۃ معانی القرآن الکریم، ص ۱۲۹

۴۷- نائیجیریا میں شروع ہی سے قادیانی فرقہ موجود ہے، کچھ مہذب لوگ ان سے جڑ تو گئے تھے، مگر جب ان کو یہ پتہ چلا کہ یہ تو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو وہ لوگ نہ صرف ان سے الگ ہو گئے، بلکہ اس کے ردعمل میں اسلامی جماعت ان لوگوں نے قائم کر لی۔

۴۸- صوبہ اوغو کے زیر سایہ ایک بڑا شہر ہے، اس شہر کے باشندوں کا دعویٰ ہے کہ سوڈان کے شہر ''دارفو'' کے قریب کسی وادی سے آئے ہیں، اس شہر میں چھوٹی بڑی خوبصورت مساجد ہیں۔ یہاں کے مسلمان عیسائیوں کے لمبے لمبے گرجا گھروں کو دیکھ کر متحرک ہو گئے۔

۴۹- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، محولہ بالا، ص ۱۳۱

۵۰- شیخ اسحاق جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے فارغ ہیں، دعوت و اصول دین کالج سے علوم شرعیہ میں انھوں نے تخصیص کیا ہے۔

۵۱- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، محولہ بالا، ص ۱۳۲

۵۲- یحییٰ ابراہیم کا تعلق شہر الورن، صوبۂ کوارا سے ہے، لیکن اب برطانیہ میں مقیم ہیں، اس داعی نے الیکٹرونکس انجینئرنگ میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی ہے، دین اسلام سے انھیں بہت گہرا تعلق اور اس کی خدمت کا بے پناہ جذبہ ہے۔

۵۳- عبدالغنی اکوریدی عبدالحمید، محولہ بالا، ص ۱۳۳

۵۴- ان کا تعلق صوبۂ اویو کے شہر ایریدو سے ہے، ہندوستان سے بی۔ اے کیا، پاکستان سے انھوں نے شریعتِ اسلامیہ، تفسیر اور حدیث میں ایم۔ اے کیا۔ یہ شعبۂ دراسات عربی واسلامی (صوبۂ کوغی یونیورسٹی) میں ناچیز مقالہ نگار کے رفیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور امن وسکون عطا کرے۔

۵۵- آدم عبداللہ الالوری، موجز تاریخ نیجیریا، ص ۱۴۳-۱۴۴

۵۶- حوالہ مذکور، ص ۱۴۴

۵۷- یہ نامور اسلامی اسکالر اور نائیجیریا میں اسلامی فکر کے قائد و روح رواں ہیں، تعلیم و انتظامی امور میں انھوں نے بہت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔

ان کو درج ذیل اہم اور ممتاز مناصب پر فائز کیا گیا، جیسے شمالی نائیجیر کے صدر قاضی، مجلس جماعت نصر الاسلام کے ممبر، رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے ممبر، نائیجیریا کے اسلامی امور کے مجلس اعلیٰ کے ممبر، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے کمیٹی کے ممبر۔

درج ذیل علمی اعزازات سے بھی مشرف ہوئے: احمد بلو یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری سے ان کو نوازا، ۱۹۸۷ء میں شاہ فیصل ابن عبدالعزیز کے عالمی ایوارڈ سے بھی ان کو سرفراز کیا گیا، اخیر میں نائیجیریا کی تعلیم و تربیت کمیٹی کے منصب صدارت پر فائز ہوئے۔ دعوت و عقیدہ سے متعلق ان کی چند کتابیں ہیں۔

۵۸- یہ اقتباس شیخ محمود ابوبکر جومی کے مقدمہ "ترجمہ معانی القرآن الکریم الی اللغة هوسا" سے ماخوذ ہے۔

۵۹- سلیمان موسی، الحضارة الاسلامیه فی نیجیریا، طبع اول، ۲۰۰۰ء، ص ۲۱، نائیجیریا میں قادیانی فرقہ کے بڑے شیوخ میں سے ناصر محمد الکبری ہیں، عربی اور ہوساوی زبان میں ان کی تقریباً ۱۰۰ر سے زیادہ کتابیں ہیں۔

(ماخوذ از: الدراسات الاسلامیہ، اسلام آباد، جنوری- مارچ ۲۰۱۱ء)